

# غزوہ بنو مُصْطَلِقِ کے حالات و واقعات کا بیان نیز جلسہ سالانہ برطانیہ اور شامین جلسہ کے لیے دعاؤں کی تحریک

صحابہؓ نے جب یہ دیکھا کہ ان کے آقاؐ نے بنو مصطلق کی رئیس زادی کو شرف ازدواجی عطا فرمایا ہے تو انہوں نے اس بات کو خلاف شانِ نبویؐ سمجھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سسرال والوں کو اپنے ہاتھ میں قید رکھیں اور اس طرح ایک سو گھرانے یعنی سینکڑوں قیدی بلا فدیہ یک لخت آزاد کر دیے گئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنو مصطلق سے  
منظر و منصور، کامیاب و کامران مدینہ واپس تشریف لائے

اگلے جمعہ انشاء اللہ برطانیہ کا جلسہ سالانہ بھی شروع ہو گا۔ اس کے لیے بھی دعا کریں  
اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور تمام کارکنان کو اعلیٰ اخلاق دکھاتے ہوئے اور  
قربانی کے جذبے سے اپنے فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے

مکرمہ سلیمہ بانو صاحبہ اہلیہ مکرم محمد حمید کوثر صاحب ناظر دعوت الی اللہ شمالی ہند قادیان،  
مکرم نور الحق مظہر صاحب آف لاہور اور مکرمہ امۃ الحفیظ نگہت صاحبہ اہلیہ مکرم محمد شفیع  
صاحب مرحوم آف ربوہ کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ  
بنصرہ العزیز فرمودہ 19 جولائی 2024ء بمطابق 19/19/1403 ہجری شمسی  
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یو کے

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿١﴾  
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٢﴾ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿٣﴾ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٤﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿٥﴾  
 اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿٦﴾ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ لَّا غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿٧﴾

## غزوہ بنو مصطلق

کا ذکر گذشتہ خطبہ میں ہوا تھا۔ اس کی مزید تفصیل احادیث اور تاریخ میں ملتی ہے۔ صحیح بخاری میں اس حملے کی تفصیل اس طرح بیان ہوئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مصطلق پر حملہ کیا تو وہ غافل تھے اور ان کے مویشیوں کو چشمے پر پانی پلایا جا رہا تھا اور آپ نے ان میں سے لڑائی کرنے والوں کو قتل کیا اور ان کی اولاد کو قید کر لیا اور اسی روز جُوَیْرِيَه ۞ آپ کو ملیں۔ راوی نے کہا یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مجھے بتایا اور وہ اس لشکر میں تھے۔

(صحیح بخاری کتاب العتق باب من ملک من العرب دقیقاً حدیث: ۲۵۴۱)

مؤرخین اور سیرت نگار غزوہ بنو مصطلق میں اس حملے کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے دونوں روایات کو اس طرح بیان کر جاتے ہیں کہ گویا بخاری کی روایات میں بنو مصطلق کے حملے کی کیفیت کے بیان میں اختلاف ہے کیونکہ بخاری کی روایت کے مطابق مسلمانوں نے اچانک غفلت کی حالت میں حملہ کیا تھا اور روایات کا یہ اختلاف بخاری کی شرح کرنے والے علامہ ابن حجر کے سامنے بھی تھا۔ چنانچہ علامہ ابن حجر نے دونوں طرح کی روایات میں تطبیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ جب اسلامی لشکر نے چشمہ پر اچانک انہیں آگھیرا تو وہ کچھ دیر ڈٹے رہے پھر ان کے مابین صف بندی بھی ہوئی، جنگ بھی ہوئی۔ مسلمان غالب آگئے اور بنو مصطلق شکست کھا گئے۔ (ماخوذ از فتح الباری جلد 7 صفحہ 547 قدیمی کتب خانہ کراچی) یعنی پہلے جب حملہ ہوا تو وہ غفلت کی حالت میں تھے جیسے امام بخاری نے بیان کیا ہے لیکن پھر انہوں نے صف بندی وغیرہ کی اور فریقین کے مابین جنگ ہوئی جیسا کہ سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے۔

اس حوالے سے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؒ نے ان دونوں واقعات کی سیرت خاتم النبیین میں بھی تطبیق کی ہے جو اس طرح ہے۔ آپ سیرت نگاروں اور صحیح بخاری کی روایت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”اسی غزوہ کے متعلق صحیح بخاری میں ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو مصطلق پر ایسے وقت میں حملہ کیا تھا کہ وہ غفلت کی حالت میں اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے۔ مگر غور سے دیکھا جاوے تو یہ روایت مؤرخین کی روایت کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ درحقیقت دو روایتیں دو مختلف وقتوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ یعنی واقعہ یوں ہے کہ جب اسلامی لشکر بنو مصطلق کے قریب پہنچا تو اس وقت چونکہ ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ مسلمان بالکل قریب آگئے ہیں۔ (گو انہیں اسلامی لشکر کی آمد آمد کی اطلاع ضرور ہو چکی تھی) وہ اطمینان کے ساتھ ایک بے ترتیبی کی حالت میں پڑے تھے اور اسی حالت کی طرف بخاری کی روایت میں اشارہ ہے لیکن جب ان کو مسلمانوں کے پہنچنے کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنی مستقل سابقہ تیاری کے مطابق۔“ پہلے انہوں نے جنگ کرنے کی تیاری کی ہوئی تھی۔ ”نوراً صف بند ہو کر مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے اور یہ وہ حالت ہے جس کا ذکر مؤرخین نے کیا ہے۔ اس اختلاف کی یہی تشریح علامہ ابن حجر اور بعض دوسرے محققین نے کی ہے اور یہی درست معلوم ہوتی ہے۔“ (سیرت خاتم النبیین از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؒ ایم اے صفحہ 559)

## اس غزوہ میں ایک صحابی حضرت ہشام بن صُبَابہؓ شہید ہوئے تھے۔

ان کے واقعہ میں لکھا ہے کہ یہ صرف ایک صحابی شہید ہوئے اور یہ بھی غلطی سے ایک مسلمان کے ہاتھ ہی شہید ہوئے تھے۔ ان کا نام حضرت ہشام بن صُبَابہؓ تھا۔ انہیں ایک انصاری صحابی حضرت اوسؓ نے مشرکین میں سے سمجھا اور غلطی سے شہید کر دیا۔ ہشامؓ حضرت عبَادہ بن صَامِتؓ کے قبیلہ میں سے تھے۔

## ہشام بن صُبَابہؓ کی شہادت کا واقعہ

اس طرح پیش آیا کہ یہ دشمن کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے۔ جب وہ واپس آرہے تھے تو اس وقت تیز آندھی چل رہی تھی اور فضا گرد و غبار سے اُٹی ہوئی تھی۔ اس حالت میں ان کا سامنا انصاری صحابی حضرت اوسؓ سے ہوا۔ وہ انہیں پہچان نہ سکے۔ وہ سمجھے کہ یہ مشرکین میں سے ہیں اور ہشامؓ پر حملہ کر کے انہیں شہید کر ڈالا۔ ہشامؓ کا بھائی جو کہ مکہ میں مقیم تھا اور اس کا نام مَقِیْس بن صُبَابہؓ تھا وہ مدینہ آیا اور اسلام قبول کر لیا اور اپنے بھائی کے قتل کی جو کہ قتل خطا تھی، غلطی سے قتل ہوا تھا اس کی دیت کا مطالبہ کیا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہشامؓ کے بھائی مَقِیْس بن صُبَابہؓ کو حضرت اوسؓ سے دیت دلوا دی جو اس نے لے لی لیکن دیت لینے کے بعد مَقِیْس نے حضرت اوسؓ کو اپنے بھائی کے قتل کی وجہ سے قتل کر دیا اور مرتد ہو کر قریش سے جا ملا۔ لگتا ہے یہ پلاننگ کر کے آیا تھا۔ اس باغیانہ روش پر جو کہ عرب کے عام دستور کے بھی خلاف تھی کہ دیت لینے کے باوجود پھر قتل کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ناحق قتل کے قصاص میں اس کو قتل کرنے کا فیصلہ دیا۔ چنانچہ ایک صحابی نُسَیْبہؓ نے فتح مکہ کے روز مَقِیْس کو قتل کیا۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 248 مطبوعہ دار المعرفہ بیروت 2000ء)

(کتاب المغازی للواقدی جلد 1 صفحہ 407-408 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1984ء)

## اس جنگ کے دوران فرشتوں کے ذریعہ تائید

کا بھی ذکر ملتا ہے۔ اُمّ المؤمنین حضرت جویریہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ہم مَرْیَسِیْع پر تھے۔ میں نے اپنے والد کو سنا وہ کہہ رہے تھے اتنا بڑا لشکر آ گیا ہے جس کا مقابلہ کرنے کی سکت ہم میں نہیں اور میں خود اتنے زیادہ لوگ، ہتھیار اور گھوڑے دیکھ رہی تھی کہ میں بیان نہیں کر سکتی۔ حضرت جویریہؓ کہتی ہیں کہ میں نے جب اسلام قبول کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شادی کر لی اور ہم واپس آگئے تو میں مسلمانوں کو دیکھنے لگی۔ وہ مجھے پہلے کی طرح زیادہ تعداد میں نظر نہیں آئے جو جنگ کے دوران نظر آرہے تھے۔ تو میں نے جانا کہ

## یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رعب تھا جو وہ مشرکین کے دلوں میں ڈالتا ہے۔

بنو مصطلق میں سے ایک شخص جو بعد میں مسلمان ہو گیا تھا وہ کہتا تھا ہم نے سفید مرد دیکھے جو اَبْلَق یعنی سیاہ و سفید گھوڑوں پر سوار تھے۔ ہم نے نہ انہیں پہلے اور نہ بعد میں دیکھا۔

(سیرت انسائیکلو پیڈیا جلد 7 صفحہ 164-165 دار السلام ریاض)

## مالِ غنیمت

کے ضمن میں لکھا ہے کہ غنیمت کے اونٹوں کی تعداد دو ہزار تھی۔ بکریوں کی تعداد پانچ ہزار تھی اور قیدیوں کی تعداد دو سو گھرانوں پر مشتمل تھی۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 346 دارالکتب العلمیہ بیروت)

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ قیدیوں کی تعداد سات سو سے بھی اوپر تھی۔

(سیرۃ الخلبیہ جلد 2 صفحہ 379 دارالکتب العلمیہ بیروت)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بُرَیْدَہ بنِ حُصَیْبُہ کو ان قیدیوں کا نگران مقرر کیا۔ ان کے پاس جو مال و متاع اور اسلحہ تھا اسے جمع کر لیا گیا۔ جانوروں کو ہانک کر لایا گیا۔ آپ نے ان پر اپنے غلام حضرت شُقْرَانُ کو نگران مقرر کیا۔ خمس اور مسلمانوں کے حصوں پر حضرت مَحْمَدِیہ بن جَزْءُہ کو نگران مقرر کیا۔ آپ نے سارے مال غنیمت میں سے خمس نکالا۔ خمس اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مال غنیمت میں سے وہ پانچواں حصہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول کے قریبی رشتہ داروں اور مشترک اسلامی ضروریات کے لیے الگ کیا جاتا ہے۔ قیدیوں کو لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا اور سامان جانوروں اور بھیڑ بکریوں کو بھی تقسیم کر دیا گیا۔

(کتاب المغازی واقدی جلد 1 صفحہ 410 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1984ء)

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے صفحہ 88)

حضرت جویریہؓ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے کا بھی واقعہ

لکھا ہے جیسا کہ پہلے میں نے بیان کیا۔

”قبیلہ بنو مصطلق کے جو قیدی گرفتار ہوئے تھے ان میں اس قبیلہ کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی برہہ بھی تھی، جن کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کر کے جُویریہ رکھ دیا تھا ”جو مُسَافِعُ بنِ صَفْوَانَ کے عقد میں تھی جو غزوہ مُرْسِیج میں مارا گیا تھا۔ ان قیدیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسب دستور مسلمان سپاہیوں میں تقسیم فرما دیا تھا اور اس تقسیم کی رو سے برہہ بنت حارث ایک انصاری صحابی ثابت بن قیسؓ کی سپردگی میں دی گئی تھی۔ برہہ نے آزادی حاصل کرنے کے لئے ثابت بن قیسؓ کے ساتھ مکاتبت کے طریق پر یہ سمجھوتہ کیا۔“

مکاتبت کہتے ہیں کہ کوئی غلام یا لونڈی اپنے مالک سے یہ معاہدہ کر لے کہ وہ ایک مقررہ رقم ادا کر کے آزاد ہو جائے گی۔ بہر حال انہوں نے سمجھوتہ کیا ”کہ وہ اگر اسے اس قدر رقم“ جو رقم مقرر تھی وہ 9 اوقیہ سونا تھا جو تین سو ساٹھ درہم بنتے ہیں۔ ”فدیہ کے طور پر ادا کر دے تو آزاد سمجھی جاوے۔ اس سمجھوتہ کے بعد برہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سارے حالات سنائے۔ اور یہ جتلا کر کہ میں بنو مصطلق کے سردار کی لڑکی ہوں فدیہ کی رقم کی ادائیگی میں آپ کی اعانت چاہی۔ اس کی کہانی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت متاثر ہوئے اور غالباً یہ خیال کر کے کہ

چونکہ وہ ایک مشہور قبیلہ کے سردار کی لڑکی ہے شاید اس کے تعلق سے اس قبیلہ میں تبلیغی

آسانیاں پیدا ہو جائیں آپ نے ارادہ فرمایا کہ اسے آزاد کر کے اس کے ساتھ شادی فرمائیں۔

چنانچہ آپ نے اسے خود اپنی طرف سے پیغام دیا اور اس کی طرف سے رضامندی کا اظہار ہونے پر آپ نے اپنے پاس سے اس کے فدیہ کی رقم ادا فرما کر اس کے ساتھ شادی کر لی۔ صحابہؓ نے جب یہ دیکھا کہ ان کے آقاؐ نے بنو مصطلق کی رئیس زادی کو شرف ازدواجی عطا فرمایا ہے تو انہوں نے اس بات کو خلاف شان نبویؐ سمجھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سسرال والوں کو اپنے ہاتھ میں قید رکھیں اور اس طرح ایک سو گھرانے یعنی سینکڑوں قیدی بلا فدیہ یک لخت آزاد کر دئے گئے۔

اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ

جویریہؓ... اپنی قوم کے لئے نہایت مبارک وجود ثابت ہوئی ہے۔ اس رشتہ اور اس احسان کا یہ نتیجہ ہوا کہ بنو مصطلق کے لوگ بہت جلد اسلام کی تعلیم سے متاثر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہو گئے۔“

(سیرت خاتم النبیین از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے صفحہ 570-571)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت جویریہؓ کے والد حضرت حارثؓ اپنی بیٹی کا فدیہ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فدیہ دے کر حضرت جویریہؓ کو آزاد کروانے کے بعد وہ خود بھی اسلام لے آئے اور پھر اس کی شادی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی۔

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنو مصطلق سے مدینہ واپس آئے تو حضرت جویریہؓ کا باپ حارث بن ابی ضرار اپنی بیٹی کا فدیہ دینے کے لیے آپ کے پاس آیا۔ جب وہ وادی عقیق میں پہنچا تو اس نے وہ اونٹ جو اپنی بیٹی کے فدیہ میں دینے کے لیے اپنے ساتھ لایا تھا ان میں سے دو اونٹ اسے بہت پسند آئے تھے۔ اس نے انہیں وادی عقیق کی ایک گھاٹی میں چھپا دیا۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے میری بیٹی کو گرفتار کر لیا ہے۔ یہ اس کا فدیہ ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ دو اونٹ کہاں ہیں جو تم نے عقیق کی فلاں فلاں گھاٹی میں چھپائے تھے؟ وہ اس بات سے متاثر ہوا حارث نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں، کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! اللہ ہی ہے جس نے آپ کو اس سے آگاہ کیا ہے کیونکہ اس وقت ان اونٹوں کے پاس سوائے حارث کے اور کوئی بھی نہ تھا۔ پھر حارث نے اسلام قبول کر لیا اور اس کے ساتھ ہی ان کے دو بیٹوں نے اور ان کی قوم کے کچھ لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

(السیرة النبویة لابن ہشام صفحہ ۶۴۳، ۶۴۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک روایت میں یہ ذکر ملتا ہے کہ حضرت جویریہؓ کے بھائی عبد اللہ بن حارث اپنی قوم بنو مصطلق کے قیدیوں کا فدیہ لے کر آئے تھے مگر راستہ میں انہوں نے اونٹوں اور حبشہ کی ایک باندی کو ایک مقام پر چھپا دیا۔ اس کے بعد عبد اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر قیدیوں کے فدیہ کے متعلق بات کی۔ آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے مگر تم فدیہ کے لیے کیا لے کر آئے ہو۔ اس نے کہا میں تو کچھ بھی نہیں لایا۔ آپ نے فرمایا تو وہ جو ان اونٹ اور سیاہ فام باندی کہاں ہے جن کو تم نے فلاں فلاں جگہ چھپا دیا ہے؟ یہ سنتے ہی عبد اللہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور کہا کہ اس وقت میرے ساتھ کوئی نہیں تھا جبکہ میں نے فدیہ کے اس مال کو چھپایا تھا اور نہ ہی اس واقعہ کے بعد مجھ سے پہلے آپ تک کوئی دوسرا شخص پہنچا ہے۔ غرض اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جلد ۳ صفحہ ۲۰۵ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؒ نے سیرت خاتم النبیین میں بھی لکھا ہے کہ ”حضرت جویریہؓ کی شادی کے متعلق ایک روایت یہ بھی آتی ہے کہ جب ان کے والد انہیں چھڑانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کے فیض صحبت سے مسلمان ہو گئے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے پیغام ملنے پر، یعنی رشتہ کا جو پیغام بھیجا تھا ”انہوں نے خود برضا و رغبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی

لڑکی کی شادی کر دی۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے صفحہ 571)

حضرت جویریہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے تین روز پہلے میں نے خواب میں دیکھا یعنی جب وہ وہاں بنو مصطلق کی طرف گئے تھے۔ کہتی ہیں

**میں نے خواب میں دیکھا کہ چاند یثرب سے چلا ہے اور میری آغوش میں آگرا ہے۔**  
میں نے ناپسند کیا کہ کسی کو اپنا خواب بیان کروں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ جب ہمیں قیدی بنا لیا گیا تو مجھے اس خواب کے پورا ہونے کی امید ہوئی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آزاد کیا اور مجھ سے نکاح کر لیا تو بخدا! میں نے آپ سے اپنی قوم کے بارے میں بات نہ کی تھی۔ میں نے قوم کی رہائی کے بارے میں کوئی سفارش نہیں کی۔ حتیٰ کہ مسلمانوں نے خود ہی انہیں آزاد کر دیا۔ مجھے علم نہ ہوا یہاں تک کہ میری ایک پھوپھو زاد بہن نے مجھے بتایا تو اس پر میں نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 347 دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہؓ کا حق مہر چار سو درہم مقرر کیا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ 674 دار الکتب العلمیہ بیروت)

بہر حال

**رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ سے مظفر و منصور کامیاب و کامران مدینہ واپس تشریف**

**لائے**

اور کل اٹھائیس روز مدینہ سے باہر رہے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 354 دار الکتب العلمیہ بیروت)

**غزوہ بنو مصطلق سے واپسی پر منافقین کے سردار عبد اللہ بن ابی بن سلول کے نفاق کا**

**اعلانیہ اور باغیانہ اظہار جو اس نے کیا تھا اس کا بھی تاریخ میں ذکر ملتا ہے۔**

اس کی تفصیل یوں ہے کہ بنو مصطلق سے لڑائی ختم ہو گئی اور مسلمان ابھی مرسیع کے کنوئیں پر موجود تھے اس کنوئیں کا پانی بہت کم تھا۔ ڈول ڈالا جاتا تھا تو آدھا بھر کر آتا تھا۔ کنوئیں پر سنان بن و بَر جُھنی آیا جو بنو خزرج کا حلیف تھا۔ اس وقت پانی پر مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت موجود تھی۔ سنان بن و بَر جُھنی نے اپنا ڈول ڈالا اور عمر بن خطابؓ کے نوکر جُھجاکہ بن مسعود غفاری نے بھی پانی نکالنے کے لیے اپنا ڈول ڈالا۔ سنان اور جُھجاکہ کے ڈول ٹکرا گئے جس پر یہ دونوں شخص آپس میں الجھ پڑے۔ پانی تھوڑا تھا کسی کو پورا پانی نہ ملا۔ جُھجاکہ نے سنان کو مارا اور اس کا خون بہنے لگا تو سنان نے مدد کے لیے آواز دی۔ اے انصار! اور جُھجاکہ نے آواز دی اے مہاجرین! اور ایک روایت میں ہے اے قریش! تو دونوں قبیلوں کی ایک جماعت آ گئی اور ہتھیار نکال لیے۔ قریب تھا کہ بڑا فتنہ برپا ہو جاتا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فوراً اطلاع ملی تو آپ نے اس معاملے کو ختم کروایا۔ بہر حال اس کی تفصیل کی بعض روایات ہیں۔

صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق جھگڑے کا سبب یہ بیان ہوا ہے کہ مہاجرین میں سے ایک شخص نے انصار میں سے ایک شخص کی پشت پر ٹانگ ماری۔ اس پر اس انصاری نے کہا اے انصار! مدد کے لیے آؤ۔ ان دونوں کے درمیان لڑائی کا سبب پانی کا حوض تھا جس سے انصاری کی اونٹنی نے پانی پیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: یہ جاہلیت کی صدا کیسی ہے؟ کیا باتیں کر رہے ہو تم لوگ؟ یہ جاہلوں والی باتیں ہیں۔ آپ کو سارا حال بتایا گیا۔ آپ نے فرمایا:

تم ایسی بات کو چھوڑ دو۔ یہ بھائی چارے کو ختم کرنے والی ہے۔ ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے بھائی کی مدد کرے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ اگر وہ ظالم ہو تو اس کو ظلم سے روک دے اور اگر مظلوم ہو تو اس کی مدد کرے۔

مہاجرین کی ایک جماعت نے حضرت عبادة بن صامتؓ سے بات چیت کی اور انصار کی ایک جماعت نے سنان سے بات چیت کی تو سنان نے اپنا حق چھوڑ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ساری باتیں ان تک پہنچائیں۔ بات کی اور سمجھایا تو سنان نے اپنا حق چھوڑ دیا۔

عبداللہ بن اُمی اپنے دس منافق ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں حضرت زید بن ارقمؓ بھی تھے لیکن وہ ابھی کم عمر تھے یا بعض روایات کے مطابق ابھی بالغ نہیں ہوئے تھے جبکہ بعض روایات کے مطابق وہ بالغ تھے۔ عبداللہ بن اُمی کو جہاں کی یہ صدا سنائی دی کہ اے قریش کے لوگو! اسے شدید غصہ آیا۔ اس نے کہا بخدا! میں نے آج جیسا دن کبھی نہیں دیکھا۔ کہنے لگا بخدا! مجھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے کے وقت سے ہی یہ دین سخت ناپسند تھا لیکن میری قوم نے مجھ پر غلبہ پالیا اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ قریش کے لوگ ہم پر حاکم ہو گئے اور ہمارے شہر میں ان کی کثرت ہو گئی اور ہمارے احسانات کی ناقدری کی۔ اس نے بڑی گندی مثال دی کہ یہ قریش کے افراد ایسے ہیں کہ جس طرح کہا جاتا ہے کہ اپنے کتے کو موٹا کرو تا کہ وہ تمہیں کھا جائے۔ کہنے لگا میرا تو گمان تھا کہ میں اس طرح کی پکار کی صدا آنے سے قبل مر گیا ہوتا جیسی صدا جہاں نے دی تھی۔ میں یہاں موجود ہوں مجھ سے تو یہ سب کچھ برداشت نہیں ہو سکتا۔ اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ پہنچ گئے تو سب سے زیادہ عزت والا شخص سب سے زیادہ ذلیل آدمی کو وہاں سے باہر نکال دے گا۔ پھر اس نے اپنی قوم کے موجودہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔ یہ تم لوگوں نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ تم نے انہیں اپنے شہر میں ٹھہرایا اور وہ وہیں ٹھہر گئے۔ تم نے اپنے اموال میں سے ان کے حصے مقرر کیے یہاں تک کہ وہ مالدار ہو گئے۔ بخدا! اب بھی تم اپنے ہاتھ روک لو تو وہ تمہارا شہر چھوڑ کر کسی اور شہر چلے جائیں گے۔ وہ لوگ پھر بھی اس پر راضی نہ ہوئے جو تم لوگوں نے ان کے لیے کیا تھا۔ اس نے بڑا بھڑکانے کی کوشش کی کہ مہاجرین تو اس پر راضی نہیں ہوئے جو تم نے ان سے احسان کیا یہاں تک کہ تم نے اپنی جانوں کو موت کا نشانہ بنایا۔ تم لوگ اس یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر قتل ہوئے اور تم لوگوں نے اپنی اولادوں کو یتیم کیا۔ اس کے نتیجے میں تم تھوڑے ہو گئے اور وہ لوگ بڑھ گئے۔

حضرت زید بن ارقمؓ نے جب عبداللہ بن اُمی کی یہ بات سنی کہ اگر ہم مدینہ پہنچ گئے تو سب سے زیادہ عزت والا شخص سب سے زیادہ ذلیل شخص کو اس سے باہر نکال دے گا تو انہوں نے وہیں کھڑے ہو کے اسے کہا کہ

اللہ کی قسم! تو ہی اپنی قوم میں ذلیل ہے۔ تو ہی کمتر ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمان خدا

## کی طرف سے غلبہ اور شان رکھنے والے ہیں اور مسلمانوں کی طرف سے طاقت رکھنے

### والے ہیں۔ غیرت دکھائی انہوں نے۔

اس پر ابن اُمی نے اسے کہا تو خاموش ہو جا۔ میں تو صرف ہنسی مذاق اور کھیل تماشے کی باتیں کر رہا تھا۔ خوف بھی آیا اس کو۔ ڈر گیا۔ زید بن ارقم یہ ساری باتیں سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے اور اس وقت آپ کے پاس مہاجرین اور انصار صحابہ کی ایک جماعت بھی موجود تھی۔ زید نے آپ کو ابن اُمی کی ساری بات بتادی۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ زید بن ارقم نے اپنے چچا سے اس واقعہ کا ذکر کیا اور چچا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً زید کو طلب کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کی بات کو ناپسند کیا اور آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ آپ نے فرمایا: اے لڑکے! شاید تجھے ابن اُمی پر غصہ ہے۔ زید نے کہا نہیں۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ کی قسم! میں نے یہ بات اس سے سنی ہے۔ آپ نے فرمایا: شاید تمہارے سننے میں غلطی ہو گئی ہو۔ زید نے کہا اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! ایسا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: شاید تم پر معاملہ مشتبہ ہو گیا ہو۔ زید نے کہا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہے۔ لشکر میں ابن اُمی کی بات پھیل گئی اور لوگوں کا موضوع بحث یہی بات تھی اور انصار کے لوگ زید کو ملامت اور تنبیہ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ تُو نے اپنی قوم کے سردار پر یہ الزام لگایا ہے۔ تُو اس کے خلاف ایسی بات کہتا ہے جو اس نے نہیں کہی۔ زید کے چچا نے بھی خنگی کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا تمہیں کیا سوچھی؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں جھوٹا قرار دیا اور تم سے ناراض ہو گئے۔

زید نے کہا: اللہ کی قسم! جو اس نے کہا میں نے خود سنا ہے۔ اللہ کی قسم! خزر ج میں عبد اللہ بن اُمی سے زیادہ مجھے کوئی شخص محبوب نہیں تھا۔ اگر میں یہ بات اپنے باپ سے بھی سنتا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور بتاتا۔ اگر ایسی بات جو عبد اللہ بن اُمی نے کہی تھی۔ مجھے تو کوئی پرواہ نہیں تھی۔ ان کا ایمان بڑا پختہ تھا۔ کہتا ہے کہ اگر میرا باپ بھی کہتا تو میں یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور بتاتا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کرے گا جو میری بات کی تصدیق کرے گی۔ زید اس صورت حال سے سخت مغموم ہوئے۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایسا غم پہنچا کہ ایسا غم مجھے کبھی نہیں پہنچا تھا۔ میں اپنے گھر بیٹھا رہا۔ یہاں گھر سے مراد ان کی بیرونی قیام گاہ ہے جہاں انہوں نے کیمپ لگایا ہوا تھا۔ مدینہ والا گھر نہیں ہے کیونکہ یہ سارا واقعہ ہی مدینہ سے باہر کا ہے۔ زید نے لوگوں سے بچنے کے لیے ان کے سامنے آنا چھوڑ دیا۔ انہیں ڈر تھا کہ لوگ انہیں دیکھ کر کہیں کہ تم نے جھوٹ بولا ہے۔

دوسری طرف مجلس میں موجود انصار نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اور زید کو دیا گیا جواب سنا تو ان میں سے چند لوگ وہاں سے اٹھے اور عبد اللہ بن اُبی کے پاس آ کر اس کو خبر دی اور اس بن خُوٹی نے کہا اے ابو جُناب! یہ اس کی کینیت تھی کہ اگر تُو نے یہ بات کہی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادے تاکہ وہ تیرے لیے استغفار کریں اور تُو اس کا انکار نہ کر۔ کہیں تیرے بارے میں کوئی وحی نازل ہو کر تیری تکذیب نہ کر دے۔ اور اگر تُو نے یہ بات نہیں کہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ اور ان کو عذر بیان کر اور قسم کھا کہ تُو نے یہ نہیں کہا تھا۔ تو اس نے اللہ کی قسم کھائی کہ اس نے کچھ نہیں کہا تھا۔ پھر ابن اُبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن اُمی! اگر یہ بات تُو نے کہی تھی تو توبہ کر لے تو وہ قسمیں کھانے لگا کہ زید نے جو کچھ کہا میں نے وہ نہیں کہا تھا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب عبد اللہ بن اُبی کو خبر ہوئی تو وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا

اور اس نے اللہ کی قسم کھائی اور کہا کہ زید نے جو بات آپ کو بتائی ہے وہ میں نے نہیں کہی اور ایک تیسری روایت یہ بھی ملتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عبد اللہ بن اُمّی اور اس کے ساتھیوں کو بلا بھیجا تو انہوں نے قسم کھائی کہ انہوں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔ اس پر حاضرین میں سے انصار صحابہ کرامؓ نے کہا امید ہے بچے کو بات میں وہم پیدا ہو گیا ہو اور وہ بات یاد نہ رہی ہو جو ابن اُمّی نے کہی تھی۔ یہ بات انہوں نے ابن اُمّی کے دفاع میں کہی کیونکہ وہ اپنی قوم میں معزز اور مرتبہ والا تھا۔ کچھ لوگوں نے گمان کیا کہ زیدؓ سچ کہہ رہا ہے اور کچھ نے اس کے بارے میں بدگمانی کی۔ کچھ نے تو یقین کر لیا کہ زیدؓ چاہے چھوٹی عمر کا ہے لیکن سچ بات ہی کہہ رہے ہیں۔ بہر حال اکثر جو بڑے تھے وہ اس کو غلط سمجھتے تھے۔

حضرت عمر بن خطابؓ بیان کرتے ہیں کہ جب ابن اُمّی کا واقعہ ہوا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے سائے میں تشریف فرما تھے اور آپ کے پاس ایک سیاہ فام غلام آپ کی پیٹھ دبا رہا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! شاید آپ کی کمر میں درد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ گذشتہ رات مجھے اونٹنی نے گرا دیا تھا۔

ان باتوں کے بعد پھر میں اصل بات کی طرف آیا۔ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت دیں کہ میں ابن اُمّی کی گردن مار دوں۔ اسے قتل کر دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں صحابہ کو اس کے قتل کا حکم دوں تو وہ اس کو قتل کر دیں گے تو مدینہ میں بہت سے لوگوں کو یہ ناگوار گزرے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ محمد بن مسلمہؓ کو حکم دیں کہ وہ اس کو قتل کر دے۔ آپ نے فرمایا: لوگ یہ باتیں نہ کرتے پھر میں کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا پھر آپ لوگوں کو روانگی کا حکم دیں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔

ایک روایت میں ذکر ہے کہ آپ نے خود حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ کوچ کرنے کا اعلان کرو۔ یہ دن کا وہ وقت تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً سفر نہیں کیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ خیال تھا کہ اس نے بات ضرور کی ہے اور اسی کو پورا کرنے کے لیے انہوں نے کہا اچھا پھر یہ کہتا ہے کہ ذلیل آدمی کو نکال دے گا تو چلو سفر کرتے ہیں۔ واپس مدینہ جاتے ہیں دیکھتے ہیں کیا کرتا ہے۔ بہر حال حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے لوگوں میں روانگی کا اعلان کیا۔ اس وقت شدید گرمی تھی اور آپ کی عادت یہ تھی کہ ٹھنڈے وقت سفر کرتے تھے لیکن جب ابن اُمّی کی خبر آئی تو اس وقت کوچ کیا اور سب سے پہلے آپ کو سعد بن عبادہؓ ملے اور بعض نے کہا کہ اُسید بن حُضَیرؓ ملے۔ انہوں نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اس گرمی میں اس وقت میں روانگی اختیار کی ہے جس میں آپ کی عادت روانگی کی نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تجھ تک وہ باتیں نہیں پہنچیں جو تمہارے ساتھی نے کہی ہیں؟ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! کون سا ساتھی؟ آپ نے فرمایا: عبد اللہ بن اُمّی نے کہا ہے کہ جب وہ مدینہ واپس لوٹے گا تو زیادہ عزت والا شخص مدینہ سے زیادہ ذلت والے کو نکال دے گا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ چاہیں تو اس کو مدینہ سے نکال دیں کیونکہ وہ ذلیل ترین اور آپ بہت عزت والے ہیں اور عزت اللہ کے لیے اور آپ کے لیے اور مؤمنین کے لیے ہے۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس پر زرمی کریں۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو مدینہ میں لایا اور اس کی قوم اس کے لیے تاج پوشی کی تیاری کر رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مدینہ لے آیا تو اس کا خیال ہے کہ آپ نے اس کی بادشاہت چھین لی۔

(صحیح بخاری کتاب تفسیر القرآن حدیث 4904، 4905)

(ہدی الساری مقدمہ فتح الباری صفحہ 468 قدیمی کتب خانہ کراچی)

(سیرت الملکیہ جلد 2 صفحہ 389 دارالکتب العلمیہ بیروت)  
 (فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد 8 صفحہ 645 المکتبہ السلفیہ)  
 (سیرت انسائیکلو پیڈیا جلد 7 صفحہ 182 دارالسلام ریاض)  
 (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 348-350 دارالکتب العلمیہ بیروت)  
 (سبل الہدیٰ (مترجم) جلد 4 صفحہ 782، زاویہ پبلشرز لاہور)  
 (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ ۶۴۰-۶۴۱ دارالکتب العلمیہ بیروت)

بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زیدؓ کی بات کا یقین آ گیا تھا کہ اس نے صحیح کہا ہے اور عبد اللہ جھوٹ بول رہا ہے لیکن اس وقت آپؐ مصلحاً خاموش رہے اور آپؐ نے کہا چلو مدینہ جا کر دیکھتے ہیں کون ذلیل ہے اور کون عزت والا ہے۔ لیکن بہر حال آخر میں پھر یہی ثابت ہوا کہ اس کا تصور تھا اور اس نے یہ باتیں کہی تھیں۔ اس کی تفصیل جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؒ نے لکھی ہے وہ بھی انشاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

اگلے جمعہ انشاء اللہ برطانیہ کا جلسہ سالانہ بھی شروع ہو گا۔ اس کے لیے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور تمام کارکنان کو اعلیٰ اخلاق دکھاتے ہوئے اور قربانی کے جذبے سے اپنے فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو مہمان آئے ہیں ان کو بھی اپنی حفاظت میں یہاں رکھے۔ جو سفر میں ہیں، آنے کی تیاری میں ہیں، سفر شروع کرنے والے ہیں یا جنہوں نے بھی آنا ہے سب پر اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔ ان کو حفاظت سے لے کر آئے۔

کچھ

## مرحومین کا ذکر اور جنازہ

میں ان کا پڑھاؤں گا۔

ان میں پہلا جنازہ ہے

### سلیمہ بانو صاحبہ

جو حمید کوثر صاحب ناظر دعوت الی اللہ شمالی ہند کی اہلیہ تھیں۔ گذشتہ دنوں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاٰجِعُوْنَ۔ مرحومہ موسیٰہ تھیں۔ محمد حمید کوثر صاحب لکھتے ہیں کہ یہ عبد الغنی صاحب مرحوم بھدر روہ جموں کشمیر کی بیٹی تھیں جنہوں نے مولوی محمد حسین صاحب کے ذریعہ 1935ء میں بیعت کی تھی۔ جلسہ سالانہ قادیان میں پہاڑی اور بریلی راستوں پر پیدل چل کر اور کچھ حصہ ٹانگے پر سوار ہو کر تقسیم ملک تک قادیان میں حاضر ہوتے تھے۔ بڑا شوق تھا اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطاب سنتے تھے۔ اپنی اہلیہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ جو ہمیں واقف زندگی کو گزارا الاؤنس ملتا تھا بہت معمولی تھا لیکن انتہائی کفایت شعاری

سے گزارہ کرتی تھیں اور مہمانوں کی مہمان نوازی بھی کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ

**اللہ تعالیٰ نے اس الاؤنس میں غیر معمولی برکت عطا فرمائی ہے۔ قناعت تھی کبھی شکوہ نہیں**

**کیا۔ یہ ان لوگوں کے لیے بھی سبق ہے جو بعض دفعہ شکوے کرتے ہیں۔**

پھر کوثر صاحب کہتے ہیں کیونکہ سری نگر میں پہلی پوسٹنگ تھی وہاں سے میرا تبادلہ بمبئی میں ہو گیا تو وہاں بمبئی میں بطور صدر لجنہ خدمت بجالاتی رہیں۔ پھر کباہیر میں تبادلہ ہو گیا۔ وہاں انہوں نے کہا کہ عربی سیکھنا میرے لیے تو مشکل ہے تو میں عورتوں سے جو بول چال کی عربی ہے وہ سیکھ لیتی ہوں اور پھر وہ سیکھی اور بڑی جلدی سیکھی اور ان کی تعلیم و تربیت میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ 86ء سے 97ء تک گیارہ سال صدر لجنہ اماء اللہ کباہیر کے طور پر خدمت بجالاتی رہیں۔ لجنہ اماء اللہ کو از سر نو منظم کیا۔ اجتماع کے انعقاد کا سلسلہ شروع کروایا۔ اجتماع ہو رہا تھا تو اس ضمن میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے بھی ان کی تعریف کی تھی کہ لجنہ اماء اللہ جماعت کباہیر کا اجتماع ہو رہا ہے اور بتایا کہ ان کا پانچواں اجتماع ہے۔ پھر فرمایا کہ لجنہ اماء اللہ کباہیر ساری عرب خواتین پر مشتمل لجنہ ہے۔ صرف ایک ان میں ہندوستان سے گئی ہوئی کشمیر کی خاتون بھی ہیں مگر وہ بھی اب بالکل عربوں کی طرح بن چکی ہیں۔ گھل مل کے انہوں نے ان کی تربیت کی۔ پھر کہتے ہیں 1998ء میں میں واپس آ گیا تو انڈیا میرے ساتھ آگئیں اور جب تک صحت اور حالات نے اجازت دی، مرحومہ تقریباً روزانہ بیت الدعا اور مسجد مبارک اور بیت الذکر اور بہشتی مقبرہ میں نوافل اور دعا کے لیے جایا کرتی تھیں۔

شریف عودہ صاحب امیر کباہیر لکھتے ہیں کہ مرحومہ کو پہلی صدر لجنہ مقرر کیا گیا۔ مسلسل چھ سال تک یہ ذمہ داری ادا کرتی رہیں۔ کوثر صاحب نے تو زیادہ لکھا ہے۔ انہوں نے چھ سال لکھا ہے۔ بہر حال آخر تک وہ رہیں جب تک وہاں تھیں۔ مرحومہ نے مختلف دینی درسوں اور دینی سرگرمیوں کے ذریعہ لجنہ کی تعلیم و تربیت میں اہم کردار ادا کیا۔ مرحومہ اپنے حسن سلوک اور خوش اخلاقی کے ذریعہ جماعت کباہیر کے ساتھ اچھے تعلقات بنانے میں کامیاب ہوئیں۔ جلد ہی عربی بول چال سیکھ لی اور جماعت کے بیٹوں اور بیٹیوں میں یوں ضم ہو گئیں جیسے وہ ان میں سے ایک ہوں۔ اور کہتے ہیں پچھلے بیس سالوں میں قادیان واپسی کے بعد سے وفات تک کباہیر کی خواتین کے ساتھ پھر بھی انہوں نے تعلق رکھا اور جب وہاں تھیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی دیکھ بھال کیا کرتی تھیں۔ مہمان نوازی میں خاص وصف تھا۔ اسی طرح جماعتی سینٹر کی صفائی کی طرف بھی بہت توجہ دیتی تھیں۔ پسماندگان میں ایک بیٹی اور دو بیٹے شامل ہیں۔ ایک بیٹی ان کے مربی ہیں عطاء المجید مبشر کوثر۔ یہ ایم ٹی اے العربیہ میں یہاں یو کے میں خدمت انجام دے رہے ہیں خدمت بجالا رہے ہیں۔ بیٹی ان کی بشری کوثر صاحبہ ہالینڈ میں ہیں ڈاکٹر ایمین عودہ کی اہلیہ ہیں۔ لجنہ اماء اللہ ہالینڈ میں نیشنل سیکرٹری خدمت خلق کے طور پر خدمت کر رہی ہیں۔ چھوٹے بیٹے شریف کوثر جو ہیں یہ قادیان میں نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھی ہیں۔ مربی بھی ہیں اور اس کے علاوہ ایڈیشنل انچارج شعبہ سمعی بصری بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی نیکیاں ان کی اولاد میں جاری رکھے۔

دوسرا ذکر

## نور الحق مظہر صاحب

کا ہے جو راغب ضیاء الحق صاحب مربی سلسلہ تزانہ کے والد تھے۔ لاہور کے تھے۔ گذشتہ دنوں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔

راغب ضیاء الحق صاحب لکھتے ہیں۔ ان کے خاندان میں احمدیت ان کے دادا منشی محمد دین صاحب کے ذریعہ سے آئی تھی جو 1905ء میں اپنے چچا کے ہمراہ بیعت کا شوق لیے قادیان پہنچے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھنے کا بھی شرف حاصل ہوا۔ بیعت کی درخواست کی لیکن اعلان کیا گیا کہ حضرت اقدس کی طبیعت ناساز ہے۔ بیعت نہیں ہوگی۔ اس دن بیعت نہیں ہوئی۔ واپس آگئے پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کے ہاتھ پہ بیعت کی۔ 1974ء میں یہ کرائے کے مکان میں رہتے تھے۔ مخالفین نے اس مکان کو آگ لگا دی۔ گھر کا سارا سامان جل گیا۔ کوئی پناہ نہیں دیتا تھا۔ پھر ایک احمدی نے اپنے گھر میں پناہ دی اور کہتے ہیں میرے والد نے بڑے صبر اور شکر سے اس چھوٹے سے گھر میں گزارا کیا۔ کبھی ان کی زبان پہ کوئی شکوہ نہیں آیا اور یہ نہیں کہا کہ سب کچھ جل گیا ہے اس کے مقابلے پر اللہ تعالیٰ نے کچھ عرصہ بعد ان کو اپنا مکان بنانے کی توفیق دی اور یہ یہی کہا کرتے تھے کہ 1974ء کی قربانی کا صلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ 1974ء میں مسجد نخل پورہ کی حفاظت کر رہے تھے تو غیر احمدی احباب نے مسجد پہ حملہ کر دیا۔ انہوں نے ایک لوہے کی سلاخ آپ کے سر پہ ماری جس سے زخمی ہوئے اور ساری عمر یہ نشان ان کے سر پہ رہا۔ کہتے ہیں میں نے والد صاحب کو ہمیشہ تہجد میں گریہ و زاری کرتے دیکھا ہے اور نمازوں کی خاص پابندی تھی۔ گھر نماز سینٹر تھا۔ پانچ وقت نماز کی امامت کرایا کرتے تھے۔ قرآن کریم پڑھنے اور نمازوں کی طرف گھر والوں کو تلقین کرتے تھے۔ کہتے ہیں ایک دفعہ محلے کی مسجد کے مولوی نے تقریر کی کہ یہ احمدی جو ہیں ان کا قرآن الگ ہے۔ نماز اور طرح پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس دوران مسجد میں ہی ہمارا ایک غیر احمدی ہمسایہ تھا وہ کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا مولوی صاحب! آپ غلط کہہ رہے ہیں کیونکہ پوری گلی میں صرف ایک گھر ہے جہاں قرآن پڑھنے کی آواز آتی ہے اور وہ نور الحق کا گھر ہے اور وہی قرآن پڑھ رہے ہوتے ہیں جو ہم پڑھتے ہیں۔ آجکل تو مولوی کا خوف اتنا ہے کہ یہ بات کوئی نہیں کہہ سکتا۔ بہر حال اپنے محلے میں انتہائی شریف النفس بزرگ مشہور تھے۔ آخری بیماری میں بھی غیر احمدی جو لوگ تھے، سخت مخالفین وہ بھی آپ کا حال پوچھنے گھر آتے تھے۔ انتہائی سخی دل اور غریب پرور تھے۔ بغیر کسی کو بتائے ضرور تمندوں کو راشن بھجوا دیا کرتے تھے۔ پسماندگان میں ایک بیٹا اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ ایک بیٹی امۃ المتین علیہم محمود صاحب مرہبی سلسلہ کی اہلیہ ہیں۔ وہ بھی گھانا میں ہونے کی وجہ سے جنازہ میں شرکت نہیں کر سکیں۔ وفات کے وقت وہاں نہیں تھیں۔ بیٹے راغب ضیاء الحق تنزانیہ میں مرہبی ہیں وہ وہاں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں وہ بھی میدان عمل میں ہونے کی وجہ سے اپنے والد کے جنازہ میں شامل نہیں ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان سب کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

اگلا ذکر ہے

## امۃ الحفیظ نگہت صاحبہ

جو محمد شفیع صاحب مرحوم ربوہ کی اہلیہ تھیں۔ یہ بھی گذشتہ دنوں وفات پا گئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں اور مبارک تنویر صاحب مرہبی سلسلہ جرمی کی ساس تھیں۔ ان کی بیٹی امۃ الجلیل غزالہ ہیں جو جرمی کی نائب صدر لجنہ بھی ہیں۔ امۃ الجلیل صاحبہ لکھتی ہیں کہ میری والدہ صوم و صلوة کی پابند تھیں۔ اعلیٰ صفات کی حامل، نیک شخصیت تھیں۔ کوئی دعا کے لیے کہتا تو اپنے اوپر لازمی سمجھ لیتیں اور پوری فکر اور لگاؤ سے درد دل کے ساتھ اس کے لیے دعاؤں میں لگ جاتیں۔ خلافت سے انتہائی درجہ کا وفا کا تعلق تھا۔ بچوں کو بھی اس کا درس دیا کرتی تھیں۔ جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والی تھیں اور ہمیں عملی طور پہ سکھایا کہ دین کی خدمت ہی اصل سرمایہ ہے۔ لجنہ کے مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق ملی۔ تبلیغ کا جنون کی حد تک شوق رکھتی تھیں۔ پیدل ہی دور دراز علاقوں میں تبلیغ کے لیے نکل جاتی تھیں۔ جب تک وہاں تبلیغ کی اجازت تھی اتنی زیادہ

مخالفت نہیں تھی۔ مقدمے زیادہ نہیں بنتے تھے اس وقت تبلیغ کرتی رہیں۔ میڈیکل کیمپس لگاتی تھیں ہومیو پیتھک دوائیاں تقسیم کیا

کرتی تھیں۔ ان کی مساعی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں پچاس کے قریب پھل بھی عطا فرمائے۔ یعنی لوگوں کو بیعت کروانے کی

ان کو توفیق ملی۔ دنیوی لحاظ سے تعلیم کم تھی مگر علم حاصل کرنے کا شوق تھا۔ دینی کتب پڑھ کے ہی بڑی مدلل گفتگو کیا کرتی تھیں اور

ہر شخص کے ذہنی معیار کے مطابق اس سے بات کیا کرتی تھیں۔ کبھی کوئی سوالی گھر سے خالی ہاتھ نہیں گیا۔ خواتین کو ہمیشہ یہ کہا کرتی

تھیں کہ بجائے مانگنے کے روزگار حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ مختلف غریب بچیوں کو اپنے گھر رکھ کر انہیں تعلیم بھی دلوائی اور پھر

ان کی شادیوں کے اخراجات خوش دلی سے برداشت کیے اور ہمیشہ ان سے بہت حسن سلوک رکھا۔ غزالہ صاحبہ کہتی ہیں کہ میں

جب ان کو ملنے گئی تو انہوں نے کہا کہ تم وقف زندگی ہو اس لیے میں تمہیں روکتی نہیں۔ تم اپنی رخصت گزار کے واپس جاؤ۔ جب

بیماری شدید تھی تو بھائی نے بھی کہا کہ ان کو بلا لیں تو انہوں نے کہا نہیں وہ وقف ہے۔ اس کو رہنے دو۔ پسماندگان میں دو بیٹے

اور دو بیٹیاں ہیں اور بہت سی نواسیاں، پوتے پوتیاں ہیں جن سب کو کسی نہ کسی رنگ میں جماعت کی خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔

بڑانیک ماحول انہوں نے اپنے گھر میں قائم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دونوں داماد بھی جماعتی خدمت کی توفیق پارہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی نیکیاں آگے نسل میں بھی جاری فرمائے۔











